خواجہ غلام فریدؒ کے مُشاہداتِ حرمین شریفین اور اُن کے تقاضے

(سفرِ حج و عمرہ سے متعلقہ کافیوں اور اُن کی تاریخی ترتیب کی روشنی میں ایک تجزیاتی اور وصفی مطالعہ)

The Spiritual Experiences of Khawaja Ghulam Farid during His Journey to Haramain and their Implications

(An Analytical and Descriptive Study of His Kafis related to Hajj and Umrah)

ڈاکٹر خورشید احمد سعیدی(1)

Abstract

The journey of a sincere and pious Muslim to the holy cities of Makkah and Madinah for Hajj and Umrah are the blessed and unique among other travels because he is granted with special spiritual blessings and experiences. Although many scholars and spiritual guides have recorded their experiences of Hajj and Umrah for the benefits of coming generations, Khawaja Ghulam Farid Chishti of Kot Mitthen Pakistan is unique in the sense that he wrote his experiences in very sweet Kafis—a special kind of poetry—of the Saraiki language. His description is not only of what he saw openly, observed materially and experienced spiritually, but also it contains valuable Sufi lessons for those who intend to go for Hajj and Umrah.

There are two basic questions of research on this topic. Firstly, what experiences of Khawaja Ghulam Farid are found in his Kafis which he wrote during his journey of Hajj and Umrah? Secondly, what are the manners and etiquettes he intended to teach to those who want to visit Makkah and Madinah for Hajj and Umrah? This research follows analytical and descriptive method to investigate the answers of these questions. The findings of this research are helpful in improving peace and harmony of a Muslim with Almighty Allah, the Holy Prophet (*Blessings and Peace of Allah be upon him*), the people of Makkah and Madinah, his Muslim fellows and humanity in large.

جب بھی کوئی مسلمان حرمین شریفین میں حج و عُمرہ کی سعادت و عبادت سے بہرہ مند ہوتا ہے تو وہاں کئی اَیسے مادی، رُوحانی، ظاہری اور باطنی واقعات اُس کے مُشاہدہ میں آتے ہیں جو روئے زمین پر کسی اور جگہ ممکن نہیں۔ حج و عمرہ کا فریضہ اَدا

(1) فیکلٹی آف اِسلامک اِسٹڈیز، شعبہ تقابل ادیان، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

کرنے والا مسلمان اگر متبحر عالم دین، متقی بزرگ یا ولی اللہ ہو تو اُس کے مشاہدات کہیں اَرفع اور اَنفع ہوتے ہیں۔ اپنے اُن مشاہدات سے آنے والی نسلوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے بہت سے خواتین و حضرات کی جانب سے کئی کتب اور مضامین شائع کیے گئے ہیں۔ علماء میں مولانا عبد الماجد دریابادی، امین احسن اصلاحی اور حافظ لدھیانوی کے نام مثال کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں۔[1] خواتین میں بیگم فرحت حجازی اور ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ[2] جبکہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے پروفیسروں میں سے ڈاکٹر الحاج محمد شجاع ناموس، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر منظور ممتاز اور ڈاکٹر محمود الحسن عارف کے نام نمایاں ہیں۔[3] حرمین شریفین کے سفر کے دوران میں اپنے مشاہدات و تاثرات شائع کرنے والوں میں عرفان صدیقی کا نام بھی کسی نہ کسی جگہ شامل ہو گا۔[4]

موضوع سے متعلق سابقہ کام میں بہت سے اَیسے بزرگانِ دین نے بھی خوب اضافہ کیا ہے جن کا شمار اہل اللہ اور اولیاء میں ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی کے سفر حرمین شریفین کے ملفوظات و مکاشفات کا تذکرہ "**حسنات الحرمین**" میں، حضرت شاہ ولی اللہ کے مشاہدات کی تفصیل "**فیوض الحرمین**" میں، علامہ سید مناظر احسن گیلانی کی رودادِ سفر "**دربارِ نبوت کی حاضری**" میں، اور اسی طرح پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے بعض مشاہدات کا تذکرہ اُن کے مجموعۂ کلام "**مراۃ العرفان**" میں ملتا ہے۔[5] اِسی زمرۂ خواص میں حضرت خواجہ غلام فرید (۱۲۶۱۔۱۳۱۹ھ / ۱۸۴۵۔۱۹۰۱ء) علیہ الرحمہ بھی شامل ہیں جنھوں نے اپنے مُشاہداتِ حرمین شریفین اور سفر حج کے مکاشفات و تاثرات نثری صورت میں نہیں بلکہ سرائیکی زبان میں اپنے "دیوان فرید" کی کافیوں میں محفوظ کیے ہیں۔

عوام و خواص کی اِن تمام کاوشوں سے موضوع کی زرخیزی اور افادیت ثابت ہوتی ہے۔ اِن تمام حضرات نے حج و عمرے کا سفر رسولِ اکرم ﷺ کی اتباع اور صحابہ کرام کی پیروی میں کیا۔ اپنے مشاہدات و تاثرات شائع کرنے میں اِن مصنفین کا ہدف یہ ہے کہ اتباعِ رسول اکرم ﷺ سے خود بھی اللہ کے مُحب اور محبوب بنو اور دوسروں کو بھی اُس کا مُحب اور محبوب بننے کا شوق دلاؤ۔ یعنی اِن بزرگوں کی کوششوں کا مقصد اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان عشق و محبت کا تعلق قائم کرنا اور اُسے مضبوط بنانا ہوتا ہے۔ ان کی محنت سے معاشرے میں امن و سلامتی کی فضا قائم ہوتی ہے اور لوگوں میں اپنے حقوق کے حصول کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض کی ادائیگی کا احساس بھی بڑھتا ہے۔

اپنے مشاہدات و تاثراتِ حرمین شائع کرنے والے تقریباً تمام عشاق نے نثری وسیلے کو اختیار کیا ہے جبکہ حضرت خواجہ صاحب نے شعری صورت کو ترجیح دی۔ اس کی ایک واضح وجہ شاعری میں اُن کی قادر الکلامی ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ ایک قاری یا سامع پر جتنا اثر شعر کا ہوتا ہے نثر کا نہیں ہوتا۔ لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ شعر میں استعمال کیے جانے والے تشبیہات و استعارات، تلمیحات و کنایات، حقیقت و مجاز وغیرہ کی فہم عام قارئین کے لیے مشکل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں خواجہ صاحب کے مشاہدات و تاثراتِ حرمین شریفین پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا۔

حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کا شمار اَیسے اَہل اللہ اور اَولیاء اللہ میں ہوتا ہے جنہوں نے تاحیات اُمتِ مسلمہ کو دینِ اسلام کا سچا متبع بنانے، اُن کی اَخلاقی تربیت کرنے اور منازل سلوک میں مُریدین کی رہنمائی کرنے کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں میں بھی تبلیغ اِسلام کا کام کیا۔[6] اُن کا سرائیکی "دیوان فرید" اہل تصوف، اور سالکانِ طریقت کے ساتھ ساتھ اَہل زُبان اور ادیبوں کے ہاں مقبول اور متداول ہے۔ مزید برآں پاکستان کی متعدد جامعات میں سرائیکی زبان وادب میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنے والے طلبہ و طالبات کے کورسز میں فریدیات کا مطالعہ شامل ہے۔ اِس لیے زیر نظر موضوع پر تحقیق سے فکر فرید کی فہم اور فرید شناسی سے دلچسپی رکھنے والے محققین کو بھی فائدہ ہو گا۔

موضوع سے متعلق کافیوں کے تحقیقی مطالعے کا ایک ہدف یہ ہے کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کے مُشاہدات سے عام مسلمان بھی استفادہ کریں اور اُن کے تقاضوں کو پورا کرکے اپنے ایمان و عمل، عبادت و اَخلاق اور باہمی معاملات کو بہتر بنا سکیں۔ اس موضوع پر تحقیق کا معاشرے کے افراد کو متوقع فائدہ یہ ہو گا کہ اس کی مدد سے وُہ اپنے عمل کو خالص اور حُسن معاشرت کو بہتر بنا سکیں گے۔ اس طرح معاشرے میں اخوت، بھائی چارہ، ہمدردی، ایثار، امن اور سلامتی کی فضا بہتر ہو گی۔

اس مقالے میں جن سوالات کے جواب تلاش کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں: سفر حج سے متعلق کافیوں میں خواجہ صاحب کے کیا کیا مشاہدات پائے جاتے ہیں؟ آج کے قاری کے لیے اُن مُشاہدات کے بیانات میں کیا کیا قابل عمل اَسباق پائے جاتے ہیں؟ یہ مقالہ موضوع سے متعلق کافیوں میں ان سوالات کے جوابات کی تلاش میں تجزیاتی اور وصفی منہج تحقیق کا اطلاق کرتا ہے۔ اس وسیع موضوع کی ایک تحدید یہ ہے کہ یہ صرف اُن سرائیکی کافیوں میں شامل موضوعات کو زیر بحث لاتا ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام، حج وعمرہ کی ادائیگی، واپسی کے سفر اور بالآخر وطن پہنچنے تک کے دوران تخلیق ہوئی تھیں۔ موضوع سے متعلق کافیوں کے متن، اُن کے نمبر اور مفاہیم و مطالب کی تشریح وتوضیح کے لیے زیادہ انحصار معاصر محقق جناب مجاہد جتوئی کے "دیوانِ فرید بالتحقیق" پر کیا گیا ہے۔ موضوع کے بنیادی سوالات کو زیر بحث لانے سے پہلے مناسب ہے کہ موضوع کی مرکزی اِصطلاح یعنی مشاہدہ کے معنی اور مفہوم کو واضح کر دیا جائے تاکہ آنے والی بحث کی تفہیم آسان ہو جائے۔

مشاہدۂ اولیاء

مشاہدہ کی اصطلاح ظاہری حواس کے ساتھ ساتھ باطنی اور رُوحانی وسائل سے مختلف اشیاء، واقعات، واردات، احساسات وغیرہ کو جاننے، سمجھنے اور بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اِس کے قریب ترین ایک اصطلاح کشف ہے۔ مشاہدہ اور کشف میں تنوع کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ جتنے انسان ہیں اتنا ہی مشاہدات کی انواع بلکہ ہر انسان کے اپنے مشاہدات میں اُس کی علمی، روحانی اور وجدانی صلاحیتوں کی بنا پر بھی تنوع پایا جاتا ہے۔ خواجہ غلام

فرید علیہ الرحمہ کا شمار چونکہ متبحر علماء و اولیاء میں ہوتا ہے اِس لیے یہ مقالہ اُن کے مشاہدات کو اولیاء اللہ اور عاشقانِ رسول ﷺ کے مشاہدات کے دائرے میں رکھ کر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

اَبدال و اَولیاء اللہ کے کشف و مُشاہدہ کے بارے میں حضرت الشیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اور ابدال پر اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ایسے اُمور منکشف کیے جاتے ہیں جو عقلوں کو مغلوب اور عادات و رُسوم کو پارہ پارہ کر ڈالتے ہیں۔ یہ اُمور دو طرح کے ہوتے ہیں، جلالی اور جمالی۔ پھر جلالی اُمور کے بارے میں کہتے ہیں کہ جلال و عظمت بے چین کر دینے والا خوف، متزلزل کر دینے والا ڈر اور قلب پر انتہائی غلبہ پیدا کرتے ہیں۔ جسمانی اعضاء پر اِن کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں رِوایت ہے کہ جب آپ نماز اَدا فرماتے تو جلال و عظمتِ حق کے مُشاہدے کی وجہ سے شِدتِ خوف کی بناء پر آپ کے سینے مبارک سے دیگچی کے جوش مارنے کی سی آواز نکلتی تھی۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ایسی ہی روایات بیان کی گئی ہیں۔[7]

اِس کے بعد آپ علیہ الرحمۃ مشاہدۂ جمال کی نوعیت اور اثرات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مشاہدۂ جمال سے مُراد دلوں کا جِلاء یافتہ ہو جانا ہے اللہ کریم کے انوار و سُرور، لطف و کرم، لذیذ کلام، اور اُنس بخشنے والی گفتگو کے ساتھ ساتھ عظیم عنایات، بلند مراتب اور حق تعالیٰ کے قُرب کی خوشخبری جیسے اِنعامات سے۔ اور یہ اس کی وہ رحمت ہے جس کی طرف آخر کار لوٹنا ہے۔ اِن انعامات کی تقسیم کے بارے میں کئی زمانے قبل اللہ کے فضل و رحمت سے تقدیر کا قلم خُشک ہو گیا ہے۔ اُن کو دُنیا میں تقدیر کے پورا ہونے تک ایک خاص وقت تک باقی رکھنا ہے تا کہ فرطِ شوق کے باعث اُن کی محبتِ الٰہی اتنی نہ بڑھے کہ اُن کے جگر شق ہو جائیں اور یہ کہ وہ موت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کی ادائیگی کے سلسلے میں کمزور یا ہلاک نہ ہو جائیں۔ اللہ کریم اُن سے یہ سلوک اپنی خاص عنایت، رحمت اور نوازش کی وجہ سے اُن کے قلوب کی تربیت اور اصلاح کے لیے فرماتا ہے۔ وہ اُن کے ساتھ حکیم، علیم، لطیف، رؤف اور رحیم والا معاملہ فرماتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ اپنے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے تھے کہ اے بلال ہمیں تکبیرِ اقامت کے ذریعے راحت پہنچا۔ پھر آپ ﷺ نماز میں داخل ہوتے تا کہ اُوپر بیان کیے گئے اَحوال کا مشاہدہ کریں۔ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔[8]

حضرت الشیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف و مشاہدہ کا جو مفہوم اور تفصیل بیان کی ہے وہ سفر حج یا زیارت حرمین شریفین سے مقید نہیں ہے۔ اس کا اِطلاق عام ہے چاہے اَبدال و اولیاء اللہ سر زمین حجاز، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، قُبا، بدر واُحد، غار حرا، غار ثور وغیرہ میں موجود ہوں یا کسی اور مقام پر۔ ہاں اِن اماکن مقدسہ پر ایام حج کے دَوران اللہ کے جلال و جمال سے متعلق اَفعال کا کشف و مشاہدہ کسی اور جگہ یا دیگر ایام کے مقابلے میں زیادہ کثرت اور کیفیات میں اَرفع، اَعلیٰ اور اَنفع ہو

سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کشف و مشاہدات ہر صاحبِ دل کے لیے اثرات، اَسباب، اغراض اور درجات کے لحاظ سے یکساں بھی نہیں ہوتے۔ مزید بر آں یہ بھی حقیقت ہے کہ اولیاء اللہ اپنے اُنہی مشاہدات کو بیان کرتے ہیں جن کا اُنہیں اِذن ہوتا ہے یا جنہیں وہ اپنے فہم و فراست، حکمت و دانائی، اپنے منصبِ رُشد و ہدایت کی ذمہ داریوں اور اِصلاح الناس کے پیشِ نظر ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ اِس لیے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ نے اپنے سفرِ حج و عمرہ کے تمام مشاہدات کو اپنی کافیوں میں بیان کیا ہے۔ اِن کافیوں میں انہوں نے قارئین کے لیے جو کچھ اور جتنا کچھ جن اَلفاظ و اُسلوب میں مناسب اور مفید سمجھا بیان کر دیا۔

اِس بنیادی اصطلاح کی توضیح و تشریح کے بعد خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کے سفرِ حج و عمرہ سے متعلق کافیوں کے چند اَہم اُمور کو سمجھنا ضروری ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کے سفرِ حج و عمرہ کے بارے میں جن اَصحابِ قلم نے مختصر یا مفصّل معلومات پیش کی ہیں اُن کے سرخیل مرزا احمد اختر اور مولانا محمد عمر ہیں۔ اُن دونوں کی تحریروں سے استفادہ کرنے والوں میں مولانا نور احمد فریدی، محمد اسلم میتلا، مجاہد جتوئی اور محمد سعید احمد شیخ نمایاں ہیں۔[9] اپنے اپنے مصادر و منابع سے استفادہ کرتے ہوئے اِس سفر کے دوران تخلیق ہونے والی جتنی زیادہ کافیوں کی نشاندہی مجاہد جتوئی نے اپنے "دیوانِ فرید بالتحقیق" میں کی ہے کسی اور مصنف نے نہیں کی۔ دیوانِ فرید بالتحقیق میں پیش کی گئی معلومات سے واضح ہوتا ہے کہ سرائیکی مجموعۂ کلام "دیوانِ فرید" کی آٹھ کافیاں ایسی ہیں جو حرمین شریفین سے متعلق ہیں۔ یہ اپنی ہجری اور عیسوی تواریخ کے ساتھ مُرتّب اور دیوانِ فرید میں مقرر نمبر کے ساتھ درج ذیل جدول میں پیش ہے۔[10]

1.	۳/ ذوالحج ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء	کافی نمبر ۸۶
2.	۳/ ذی الحج ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸/ نومبر ۱۸۷۹ء	کافی نمبر ۱۶۰
3.	۲۲/ ذوالحج ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۲/ دسمبر ۱۸۷۹ء	کافی نمبر ۸۷
4.	۴/ محرم الحرام ۱۲۹۷ھ	کافی نمبر ۱۶۱
5.	۵/ محرم الحرام ۱۲۹۷ھ مطابق ۸/ دسمبر ۱۸۷۹ء	کافی نمبر ۱۵۳
6.	۵/ محرم الحرام ۱۲۹۷ھ تا ۵/ صفر المظفر کے بعد	کافی نمبر ۱۵۵

7. ۱۴/ صفر ۱۲۹۷ھ مطابق ۲۷ جنوری ۱۸۸۰ء کافی نمبر ۱

8. ۱۹/ صفر ۱۲۹۷ھ مطابق ۲ فروری ۱۸۸۰ء کے بعد کافی نمبر ۲۶۹

اس مقالے میں اِن کافیوں کا تاریخی ترتیب کے لحاظ سے مطالعہ پیش کیا گیا ہے تاکہ اس سے مُشاہدات کی ترتیب اور اُن کے فکری ارتقاء کو جاننے اور آپ کے پند و نصائح سے حسبِ ضرورت استفادہ کرنے میں مدد مل سکے۔ موضوع زیرِ بحث کی مذکورہ بالا اَساسی جوانب پر گفتگو کرنے، اُن سے متعلق ضروری اُمور کی توضیح و تفصیل کے بعد اب یہ مقالہ منتخب کافیوں میں خواجہ صاحب کے مشاہداتِ سفر حرمین شریفین کو تلاش کرتا اور متعدد ذیلی عناوین کے تحت زیرِ بحث لاتا ہے۔

1. خانہ کعبہ کے قُرب میں مشاہداتِ جمال

جناب مجاہد جتوئی کے مطابق دیوان فرید کی کافی نمبر ۸۶ جدہ کی بندرگاہ سے مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہوئے تصنیف ہوئی۔[11] اس کافی میں عرب شریف سوہݨے سانوَل یعنی کعبہ، راہ مدینہ کی وادیوں، وغیرہ کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ ان سے متعلق مشاہدات کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

اس کافی کے بند نمبر ۱ تا ۳ میں خواجہ صاحب نے کعبہ کے قُرب میں اپنے مشاہدۂ جمال پر فرحت وسُرور کا اظہار جن وجد انگیز انداز الفاظ میں کیا ہے وہ ایک قاری پر بھی وہی کیفیت مرتب کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ڄ زیور یار پے ٹھاندے ہِن   متاڑ ڈیہنھ گپ دے آندے ہِن

کجلہ مارُو! ڈِیداں بھالے   سُرخی مُسک مُسک غم ٹالے

بُولے، بینڑے تے کٹمالے   سبھوں پکے کھاندے ہن

بادِ شُمالی، لُرکے لُرکے   بارِش، رِم جھم رکے رکے

اَکھیاں پھُرکن، لوں لوں مُرکے   ٹھر گیے گوشے ہاں دے ہِن

خانہ کعبہ کے قُرب میں جو اَنمول اوقات اور رُوح افزا لمحات نصیب ہوئے انہیں بیان کرنے کے لے خواجہ صاحب نے نوجوان شادی شدہ جوڑے کے عروسی ایام 'ڈیہنھ گپ دے' کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ زیب وزینت اور آرائش حُسن و جمال کے معروف و مروّج سامان کا ذکر مکمل ترتیب سے کیا ہے۔ نئی نویلی اور پھولوں کی سیج پر بیٹھی دُلہن کی آنکھوں میں کجلہ،

نازک ہونٹوں پر سُرخی، ناک میں بُولے، ماتھے پر بینے، اور گلے میں کٹمالے جس طرح اُس کی حُسن آرائی، سحر انگیزی، جاذبیت وجاہت میں اِضافہ کر رہے ہوتے ہیں وہ اُس کے دُلہا کو اپنے ہمہ جہت اَثرات میں لے لیتے ہیں۔ اُس کی فسوں خیزی کو مزید بڑھانے کے لیے اگر بادِ شمالی بھی چل پڑے، بادلوں کو بھی ساتھ لے آئے، رِم جھم پھوار بھی شروع ہو جائے، مٹی کی بھینی بھینی خوشبو بھی پھیل جائے تو مُحب کے دِل و دماغ کی پرواز کیسے رُک سکتی ہے؟ اُس کے جسم و رُوح پر اِس پورے نظارے کے جانفزا اَثرات اور جوش و جنون کا کون انکار کر سکتا ہے؟ رقص کے ذریعے فرحت و سُرور کی تسکین پر کیسے پابندی لگائی جا سکتی ہے؟

اِس سب کچھ کی عارضی اہمیت و ضرورت اپنی جگہ لیکن کعبہ اور حرم کعبہ کا ظاہری اور باطنی حُسن و جمال اور اُس کی معطر، مُعنبر اور مطہر فضائیں اُس سے کہیں زیادہ پائیدار اور کئی لحاظ سے اعلیٰ و ارفع رُوحانی عنایات و اِنعامات اپنی آغوش میں آنے والے زائر حرم کو عطا کرتی ہیں۔ قلب و نظر اور جان و جگر کی رُوحانی طاقتوں اور وجدانی صلاحیتوں میں جو اضافہ اور استحکام حرم کعبہ میں نصیب ہوتا ہے عروسی ماحول میں اُس کا حصول تو دُور کی بات ہے ہی اُس کا تصور تک ممکن نہیں ہوتا۔ مقصدِ حیاتِ انسانی کا فہم و اِدراک اور اُس کے حصول کی جو تربیت یہاں ہوتی ہے کسی اور جگہ ممکن ہی نہیں۔ جوش و جذب کی جو کیفیت یہاں ملتی ہے وہ کسی اور ماحول میں کہاں نصیب ہوتی ہے؟ روئے زمین کی رعنائیاں، رنگین نظارے اور گُلہائے رنگارنگ سے مزیّن بہاریں مل کر بھی اُن نعمتوں کی مثل یا متبادل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ خواجہ صاحب کا ہی کمال فن ہے جنہوں نے کعبہ کے قُرب میں مشاہدۂ جمال کے اتنے بڑے فلسفے کو عام انسانی تجربے کے تناظر میں اتنے مختصر جملوں میں سمو کر رکھ دیا ہے۔

اس کافی کے بند نمبر چار میں خواجہ فرید علیہ الرحمۃ نے ایک اور مشاہدۂ جمال کو بیان کیا ہے۔ خواجہ صاحب کے مطابق حضور اکرم ﷺ اپنے محبت کرنے والوں اور عاشقوں پر جب نظر کرم کرتے ہیں تو انہیں اپنے پاس حاضری کا اذن عطا فرماتے اور شایان شان طریقے سے حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں:

جیندیں عرب شریف ڈِٹھوسے لُہندیں سِکدیں نام ڳیوسے

سوہݨے سانول یاد کتیوسے ہار سنگار سُہاندے ہن

اِس بند میں بیان کردہ مشاہدہ کے جو تقاضے اور آداب معلوم ہوتے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کے عشّاق آپ کے وطن کو ادب و احترام کی وجہ سے 'عرب شریف' کہتے ہیں۔ اُن کے نزدیک آپ کا وطن بہت محترم اور بہت ہی پیارا ہے۔ اُن کے دلوں میں اِسے دیکھنے کی شدید تڑپ ہوتی ہے۔ وہ مرنے سے پہلے اِس خواہش کے پورا ہونے کے متمنی ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ خواجہ صاحب نے محبوب کریم کے لیے 'سوہݨے سانول' کا لفظ استعمال کیا ہے اور بتایا ہے کہ آپ ﷺ جب اپنے عشّاق کو یاد کرتے اور اُنہیں حاضری کی اجازت عطا فرماتے ہیں تو اُنہیں چاہیے کہ وہ حسبِ استطاعت بن سنور کر حاضر

ہوں۔ قلب و نظر کی ظاہری و باطنی طہارت اور پاکیزہ سوچ فکر سے حاضر ہونا آدابِ بارگاہ نبوی میں سے ہے۔ اَخلاقِ رذیلہ کو چھوڑنا اور اَخلاقِ حمیدہ سے مزیّن ہونا اُس عظمت و رِفعت والی بارگاہ کے مطلوب آداب میں سے ہے۔

کافی نمبر ۸۶ کے بند نمبر ۶ تا ۸ میں خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مدینہ منورہ کے راستے میں موجود وَادیوں کے مُشاہداتِ جمال اور عرب شریف کی دلکش رِوایات کے بارے میں اپنے عرفان آفرین شعور کا اظہار کیا ہے۔ یہ تینوں بند ملاحظہ ہوں:

وَادیاں رَاہ مدینے وَالیاں　　سَبزی باغ بہشتی چَالیاں
ہَر ہَر آن، سَدا خوش حالیاں　　سُکھ سَاوے ڈُکھ ماندے ہِن

عَرب شریف دِی سَہی رِیتے　　لاوے دِل نوں پرم پلیتے
وِسریئے چاچڑ صَدقے کیتے　　اَصلوں محض نہ بھاندے ہِن

حُسن جَمال دِی دَھرتی آئی　　سَبھ شئے چار ھی طرز ڈِکھائی
فرحَت روز فرید سَوائی　　ڈُکھڑے ماندے سَاندے ہِن

خواجہ صاحب کے مُشاہدے اور تجربے کے مطابق مدینہ منورہ کا راستہ اور سرزمین منفرد و ممتاز خصائص اور فوائد کی حامل ہیں۔ اُن کے مطابق مدینے کے راستے کی وادیاں، ہُو بہُو بہشت کا رَنگ ڈھنگ پیش کرتی ہیں۔ یہاں ہر لمحہ خوش حالی اور آرام وسُکھ میں اضافہ ہوتا ہے۔ سرزمین عرب کے طور طریقے بہت خوبصورت اور روایات شاندار ہے۔ یہ تو دِل میں محبت کی آگ لگاتی اور اُسے بھڑکاتی ہے۔ یہاں آنے والا عاشق اپنے وطن اور اہل وطن تک کو بھول جاتا ہے۔ یہاں کی ہر چیز دِل پسند اور ذوق کے مطابق ہے۔ یہاں رُوحانی ووجدانی فرحت وشادمانی میں بھی مسلسل اضافہ ہوتا ہے، آرزوؤں کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس طرح عاشق کے درد اور پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

2. عرب کی مقدس سرزمین اور حرم کعبہ کے مشاہدات

دیوان فرید کی کافی نمبر ۱۶۰ میں خواجہ فرید علیہ الرحمۃ نے عرب شریف کی وادیوں، منزلوں، پانیوں، گرد و غبار، پودوں، درختوں، حج، عمرہ، اس کی فضلیت، وغیرہ موضوعات کو چھیڑا ہے اور ان سب کے بارے میں خواجہ صاحب کے بہت دلچسپ وجدانی شعور کا پتہ چلتا ہے۔ اِن سب کے بارے میں خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کے مشاہدات قابل ملاحظہ ہیں۔

آپ اس کافی کے ابتدائی اَشعار میں سر زمین عرب کی وادیوں، منازل، وضع قطع، پانیوں، گرد و غبار، پودوں، پھولوں اور کانٹوں سے متعلق اپنے مشاہدۂ جمال اور متعلقات محبوب کی شان کا شعور یوں بیان فرماتے ہیں:

ر ڈوڑی سِک دِیدار دِی ہے   مَتّاں آئی نگری دِلدار دی ہے

اَرض مُقدس مُلک عرب دی   ہَر ہَر وادی فَرح طَرب دی

مَنزِل مَنزِل طرح عَجب دی   ساری وَضع سِنگار دی ہے

ہَر ہَر قطرہ آب ہے کوثَر   گرد و غُبار ہے مُشک تے عَنبر

کِرڑ، کنڈا، شمشاد، صَنوبر   خارِوِی شکل بَہار دی ہے

یعنی مُلکِ عرب کی ساری دھرتی پاک اور طیب و طاہر ہے۔ ہر وادی رُوحانی مسرتوں کا سر چشمہ ہے۔ اور ہر منزل وضع قطع کے اعتبار سے ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کسی نے اُسے خاص طور پر سنوارا اور سنگارا ہے۔ اہلِ دید کی نظروں میں یہ سارے کا سارا باغ و بہار ہے۔ اہلِ عشق و محبت کے لئے مکہ معظّمہ کے پانیوں کا ہر قطرہ آبِ کوثر کی طرح حیات بخش ہے۔ اُن کے نزدیک یہاں کے گرد و غبار، مشک و عنبر سے بھی زیادہ خوشبودار ہیں۔ یہاں کی خار دار جھاڑیاں شمشاد اور صنوبر کی طرح پُرکشش اور پُرلطف لگتی ہیں۔ عشاق کی نگاہوں میں یہاں کے کانٹے بھی بہار کے پھولوں سے حسین تر دکھائی دیتے ہیں اور ان کے حُسن میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے گا۔ ایسا کیوں ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ان سب چیزوں کا تعلق اور نسبت مُحب کے دِل دار ﷺ اور دِل دار کی نگری سے ہے۔

خواجہ صاحب سرزمین عرب کے بارے میں یہ نصیحت کرتے ہیں کہ بوقتِ ضرورت عُشاق کو عرب شریف کے تحفظ اور حفاظت کی خاطر جان و مال قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ درج ذیل بند میں آپ اسی حوالے سے فرماتے ہیں:

عَرب شریف ہے سوہنی ساری نازِک نازو تے مَتواری

تِھیواں وَاری لکھ لکھ وَاری دار نَبی مُختار دی ہے

یعنی عرب کی سرزمین ہر لحاظ سے خوبصورت، نازک، نازنین اور پُر کیف ہے۔ یہ نبی مُختار ﷺ کا پاک وطن ہے اس لئے عُشاق کا جی چاہتا ہے کہ اس پر لاکھوں بار قربان ہو جائیں۔﴿وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى﴾[12] کی قرآنی خوش خبری اور پیشین گوئی کے تناظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے محبوب معظم ﷺ کے وطن کی جو خوبیاں اور صفتیں بیان کی ہیں اُن میں تا قیامت اِضافہ ہوتا رہے گا۔

3. مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا سفر اور مُشاہدات

حج و عمرہ کی ادائیگی کے بعد حُجاج بارگاہِ نبوی میں حاضری کے لیے مدینہ منورہ کا سفر کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔"[13] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سُنا: "مَنْ زَارَ قَبْرِي" أَوْ قَالَ: "مَنْ زَارَنِي كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا، وَمَنْ مَاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللهُ مِنَ الْآمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[14] یعنی جس نے میری قبر (راوی کہتے ہیں کہ یا آپ ﷺ نے فرمایا) میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا، اور جو کوئی حرمین میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اُسے روز قیامت ایمان والوں کے ساتھ اُٹھائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ دیوانِ فرید کی کافی نمبر ۸۷ میں خواجہ صاحب کے قافلے کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے کی تیاری، وہاں حاضری کے لیے مچلتے دلوں کی کیفیات اور فرحت و سرور کے مشاہدہ جمال کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ اِن کا بیان ملاحظہ ہو۔

مدینہ منورہ کے سفر کے لیے سواری کے اونٹوں، اُن کے سامان اور حُسن و جمال کے بارے میں اپنا مشاہدۂ جمال خواجہ صاحب نے سادہ الفاظ، چُست تراکیب، بلند تخیل اور ایسے رواں اُسلوب میں پیش کیا ہے جو جذب و مستی کی کیفیت طاری کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

اَج شُتریاں شَغدف بھاندے ہِن مَتاں دیس پُنل دے آندے ہِن

نازو جَمل جَمیل وَطن دے رَاہی رَہندے رَا سِجنڑ دے

ہَر دَم ہونون نال اَمن دے ساتھی دَرد منداں دے ہِن

سہݨے جَمل جَمیل بداوی　　　　شَمس و قمر دے نال مَساوِی

سارے حُسن جَمال تے حَاوِی　　　　ݙڈے گوشے ہَاں دے ہِن

فرماتے ہیں کہ آج اونٹوں کے کجاوے اور پاکھڑے ہمارے دِلوں کو لُبھارے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے محبوب حضرت رسول خدا ﷺ کا وطن قریب آگیاہے۔ سرزمین پاک کے طرح دار اور حسین و جمیل اونٹ ہمیشہ محبوب کے دیس کی جانب رواں دواں رہتے ہیں۔ خدا کرے ہمیشہ امن و سلامتی سے رہیں کیونکہ ہم جیسے محزون و مغموم مسافروں کے یہی ہمدرد و دمساز ہیں۔ خوبصورت اونٹ اور حسین و جمیل بدوی لوگ ہماری نگاہوں میں تو سورج اور چاند کے برابر ہیں۔ سب کے سب حسن اخلاق اور حسن سیرت پر حاوی ہیں اور ہم عاشقان رسالت کے تو لختِ جگر ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جبکہ ہمارے لئے آستان محبوب پر پہنچنے کا یہی واحد ذریعہ ہیں۔

بارگاہِ حبیب میں حاضری کے لیے شرکائے قافلہ کی خوشی و مسرت اور جوش و جذبے کا مشاہدہ خواجہ صاحب نے کس باریک بینی سے پیش کیا ہے؟ اس سلسلے میں انہوں نے لبوں کے مسکرانے، آنکھوں کے پھرکنے، رَگوں کے پھڑکنے اور دِلوں کے مچلنے کے فرحت و سُرور کو اِس طرح بیان کیا ہے کہ ایک سماں باندھ دیا ہے۔ انداز و اُسلوب ایسا ہے کہ قاری پر وہی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے۔ گویا خواجہ صاحب اپنے قاری کو بھی اُس منظر کے کیف آور جذب میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔ اس کافی کا بند ۴ تا ۶ ملاحظہ ہوں:

لب مُسکاوِن، اَکھیاں پُھرکِن　　　　گ گ پُھکے، دِلڑیاں سُرکِن

غم! غم کَھاوِݨ ݙُکھڑے کُرکِن　　　　سُول سِروں نَس جاندے ہِن

آئے گ گ سِدھائے　　　　بھ گیے گ، گ سدھائے

تَن مَن ݙُکھڑے گ سدھائے　　　　جو چھندے سولاندھے ہِن

یعنی مدینہ طیبہ کے قریب آنے سے رگ رگ اور نس نس میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ چہروں پر تبسم اور مسکراہٹوں کے پھول برس رہے ہیں۔ آنکھیں وفور مسرت سے پھرکنے لگی ہیں۔ دلوں میں گدگدی سی ہو رہی ہے۔ غموں کا خاتمہ ہو گیا ہے اور دَرد و اَندوہ تو سرے سے بھاگ ہی گئے ہیں۔ خوش نصیبی آئی، بد قسمتی چلی گئی، نیک بختی کی برکات کا دَور دَورہ ہے، مایوسی چھوڑ

گئی، دُکھ تن من سے نکل چکا ہے۔ اب ہم جو چاہتے ہیں وہ مل جاتا ہے۔ کیا نیک بختی ہے! کیا سعادت مندی ہے! کیا عزت افزئی ہے زائر حرمین شریفین کی!!

خواجہ صاحب نے کہا ہے "جو چہندے سولاندھے ہِن"۔ اس مصرعے سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ خواجہ صاحب نے کیا کیا چاہا تھا جو انہیں مل گیا؟ البتہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمہ اللہ کے ایک مشاہدہ کی مدد سے خواجہ صاحب کے اس مصرعے میں پوشیدہ مشاہدہ کو سمجھنے میں کچھ اشارات مل سکتے ہیں۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ جب دوسری بار حج بیت اللہ کے لیے گئے اور مدینہ منورہ میں حاضری دی تو سرورِ کائنات ﷺ نے آپ پر کیا کرم فرمایا؟ لکھتے ہیں: "جس وقت میری عرض کرنے کی نوبت آئی میں نے پہلے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کرکے با آواز بلند عرض کی الصلوۃ والسلام علیک یا جدی، روضہ مطہرہ سے آواز آئی وعلیکم السلام یا احسن ولدی۔ پس قفل دروازہ روضہ متبرکہ کا زمین پر گر پڑا اور دروازہ از خود کھل گیا اور میں روضہ متبرکہ کے اندر گیا اور درخواست حاضری اس حضرت پاک سے کی، حکم بزبان فارسی صادر ہوا کہ "بیا اے مخدوم جہانیاں جہاں گشت" جوں ہی اس خطاب سے مشرف ہوا، اور زیارت کرکے واپس مدنیہ منورہ میں آیا۔"[15]

بارگاہِ حبیب ﷺ میں حاضری کے لیے تیار عُشاق کی کیفیات کا مشاہدہ بیان کرنے کے بعد آپ علیہ الرحمہ فرحت و سرور میں اضافہ کرنے والے بادلوں کا سایہ، بارش کی ٹھنڈک، موسم کی خوشگواری، پودوں پر جھومتے شگوفوں اور چار سُو لہلہاتی ہریالی کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ مشاہدۂ جمالِ قدرت کے بیان کے لیے اس کافی کا بند نمبر ۵ ملاحظہ ہو:

بدلیں جُڑ گھنگھور مچائی　　پھوگیں لاہیں، خُنکی چائی

ناز کریندی لا ہی لائی　　عارف عبرت کھاندے ہِن

یعنی بادلوں کی گھن گرج دیدارِ محبوب کے لیے تڑپتے دِلوں کی آہوں کا ساتھ دے کر ایک آہنگ پیدا کر رہی ہے۔ لاٹریں اور لائی کی جھاڑیاں نازک اندام نوخیز شہزادی اور حُسن و جمال کی پری کی مثل ناز کر رہی ہیں۔ مشتاقان مصطفیٰ کے قلوب کی یہی کیفیت ہے۔ اس ماحول اور موسم میں اصحاب عرفان و معرفت نصیحت حاصل کرتے ہیں کیونکہ اِن تمام رنگ برنگ کے پودوں اور جھاڑیوں کا وجود کائنات کے نظام میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ سب خالق کائنات کی ربوبیت اور کمال قدرت کا خاموش بیان ہیں۔ اِن میں تفکر و تدبر کرنا عارفین کی معرفت میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ مقام، یہ موسم اور یہ نباتات ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ﴾[16] کے مختلف معانی اور مفاہیم کی طرف اشارے کر رہے ہیں۔

اس کافی کے آخری بند میں اپنی نیک بختی، بلند اقبال اور حضور نبی کریم ﷺ کی کرم فرمائی کے مشاہدہ کو اجمالی طور پر یوں بیان کرتے ہیں:

طالع بھلّے، بخت سوَلّے آئے محض فرؔید دے وَلّے

پَل پَل یار، سنیڑھے گھلّے ڈیہنہ ڈکھاں توں واندے ہِن

یعنی فرید کا ستارہ عروج پر ہے۔ بخت یاور ہے۔ فرید نے جو چاہا اسے مل گیا۔ اب تو لحہ بہ لحہِ محبوب کی طرف سے پیغامات آرہے ہیں۔ اور زندگی کے ایّام دُکھ درد سے خالی ہو گئے ہیں۔ اس بند میں " پَل پَل یار، سنیڑھے گھلّے" کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ اِن سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کو بارگاہِ نبوی میں بلند مقام حاصل تھا۔ انہیں سوتے جاگتے ایسے اشارات اور پیغامات مل رہے تھے کہ بارگاہِ بےکس پناہ میں حاضری اب کسی تاخیر کا شکار نہ ہو تاکہ وہاں مقدر کردہ عنایات اور تحائف بر وقت حاصل کیے جاسکیں۔

4. عشّاق کے اِکرام کا مشاہدۂ جمال

دیوانِ فرید کی کافی نمبر ۱۶۱ کی تخلیق کے بارے میں معروف و معاصر محقق مجاہد جتوئی نے لکھا ہے کہ یہ اُس وقت کہی گئی جب خواجہ صاحب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے اور آپ کی پیشوائی کے لیے مدینہ منورہ سے آدمی آیا۔[17] اس مشاہدہ کی تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

اس کافی کے پہلے دس مصرعوں میں عشاق مصطفیٰ ﷺ کے اکرام، اُن کی فرحت و سرور کے اثرات اور دِل مضطرب پر آجانے والی جانفزا بہار کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس حوالے سے حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا مشاہدۂ جمال یہ ہے:

جَ رَنگ رُخ تے وَلیا ہے مَتاں ماہی مانڑھوں گھلیا ہے

جنگل بِلے سبزی چائی رَونق روز بروز سَوائی

رَل مِل سیّار ڈیون ودھائی رچھڑ لُوں لُوں رَلیا ہے

کانہہ، کَہیلے خَنکی چائی چائی لَیّاں دے ورللائی

گُل پُھل کردے حُسن نمائی سُکھ مِلیا، ڈُکھ ٹَلیا ہے

فرماتے ہیں کہ محبوب کے وطن سے دُوری کی وجہ سے جو چہرے مرجھائے ہوئے تھے آج اُن چہروں پر رنگ واپس آیا ہے۔ خوشی سے دل اُچھل رہا ہے کیونکہ محبوب نے ایک آدمی کو پیشوائی کرنے والا قاصد بنا کر بھیجا ہے۔ ہمارے دل کے جنگل

بیلے سر سبز و شاداب ہو گئے ہیں۔ اِس کی رونقوں میں بالاستمرار اضافہ ہو رہا ہے۔ سبھی دوست احباب اور شرکائے قافلہ مل جل کر ایک دوسرے کو مبارک دے رہے ہیں۔ محبوب کی محبت ہمارے جسم کے رواں رواں میں، روح میں اور سانسوں میں سرایت کر چکی ہے۔ ہم تو جدھر دیکھتے ہیں ادھر ہی تمام درختوں اور پودوں پر خنکی، پھولوں پر حُسن و جمال اور بہار کے رنگ بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سرکنڈے کی جھاڑیوں پہ تازگی آئی ہے۔ جھاؤ کے پودوں پر بُور نے سُرخ رنگ اختیار کر لیا ہے۔ پھول حُسن آرائی کر رہے ہیں۔ ایسے موسم اور ماحول میں ہمیں چار سُو سُکھ ملے ہیں اور دُکھ ٹل گئے ہیں۔

یہ منظر اگرچہ ظاہری حُسنِ فطرت کا بھی ہو سکتا ہے۔ مگر غالب گمان یہ ہے کہ یہ منظر کشی قلب و نظر کے مختلف ارمانوں، حاضری کی تمناؤں اور رُوحانی و وجدانی خواہشات کی تکمیل و ترقی کا ہے۔ مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر بالخصوص جب وہاں سے ایک آدمی پیشوائی کے لیے بھی آ چکا ہو ایسے حالات میں ایک عاشق صادق کا درختوں، پودوں، گھاس کی ہریالی اور پھولوں کے عارضی اور وقتی رنگوں کے حُسن و جمال کو اپنی شاعری میں بیان کرنے کے لیے مشغول ہو جانا اور اُن کی منظر کشی میں وقت صرف کرنا بعید از مقتضی الحال لگتا ہے۔

مذکورہ مفہوم اس لیے بھی اَنسب اور اَرجح لگتا ہے کہ مندرجہ بالا منظر کشی کے فوراً بعد حضرت خواجہ صاحب حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کرم فرمائی کی تفصیل گنوا رہے ہیں۔ اُن عنایاتِ بے پایاں کے مشاہدۂ جمال کو آپ علیہ الرحمہ بند نمبر ۴ تا ۶ میں یوں بیان کرتے ہیں:

رانجھن جوگی میڈا ماہی　　　　مَیں بے وَاہی دا ہے وَاہی
روز اَزل تُوں اُس دی آہی　　　　جئیں دِلڑی کوں مَلیا ہے
ڈھولن ڈِتڑی بانہہ سِرانْدی　　　　سَس، نَن تھئی دَرماندی
کھیڑیں بھئیڑیں حسرت آندی　　　　کئی گَلیا کئی جَلیا ہے
ماہی کیتے جھوکیں دیرے　　　　تھئے ہِن میرے بھاگ بھلیرے
ہَن گانے، سِر سُہندے سیرھے　　　　باغ خُوشی دا پھَلیا ہے

کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو میرے رانجھن جوگی ہیں، آپ تو مجھ بے یار و مددگار کا آسرا اور سہارا ہیں۔ ہمارا دِل تو روزِ ازل سے آپ ہی کا ہے کیونکہ آپ شروع ہی سے اِس دل میں سما چکے ہیں۔ آپ نے ہماری یاوری ایسے کی ہے کہ ہمارے سَر کو

آپ کے بازوئے محبوب کا سہارا ہے۔ ساس اور نند کے استعارے سے آپ یہ کہتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ہماری وہ عزت افزائی فرمائی ہے کہ ہمارے مخالفین کے دلوں میں درد ہونے لگا ہے۔ شر، بدی اور بُرائی کے ایجنٹوں کو اَب حسرت و یاس کھاتی ہے۔ اُن میں کوئی دُکھوں کا شکار ہو گیا ہے تو کوئی آتشِ بغض و عداوت میں جل گیا ہے۔ اِدھر ہمارے حالات و مقامات یہ ہیں کہ محبوب کریم نے ہمارے دِل کو اپنی جھوک بنا کر اس میں ڈیرہ ڈالنا پسند فرمایا ہے۔ ہمارے نصیب اچھے ہو گئے۔ ہمارے ہاتھوں میں انعاماتِ ربانی اور سَر پر عنایاتِ نبوی اَیسے ہیں جیسے کسی کے ہاتھوں میں عروسی رنگین دھاگے اور سر پر سہرے جچتے ہیں۔ ہماری خوشی کے باغ کو پھول پھل لگ گئے ہیں۔ عنقریب ہم اِن کے ثمرات سے بہرہ مند ہوں گے اور ہمارا فیض عام ہو گا۔

5. مدینہ منورہ کی برکات و انعامات کا مشاہدۂ جمال:

دیوان فرید کی کافی نمبر ۱۵۳ مدینہ منورہ کی شان، برکات اور انعامات بیان کرتی ہے۔ آپ اپنے مشاہدہ جمال میں فرماتے ہیں:

تھیواں صَدقے صَدقے   آیا شہر مدینہ

سُکھ دِی سیجھ سُہایُم   گیا ڈُکھڑا دیرینہ

یعنی میں صدقے جاؤں شہر مدینہ آ گیا ہے، یہ میرے لیے سُکھ کی سیج ہے۔ میرے سارے دیرینہ دُکھ دُور ہو گئے۔ وہ دُکھ اور بے چینیاں جن کا علاج دُنیا کے کسی بھی خطے میں نہیں ملتا اُن سب کا معالج مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ آپ کے پاس ہر قسم کی ظاہری و باطنی بیماری کی دوا اور ہر زخم کے لیے شافی مرہم تیار ہے۔ اب اگر آپ پر کوئی قربان ہونے کے لیے تیار ہوتا ہے تو اس جاں نثاری کی وجہ سمجھ میں آ جانی چاہیے۔

اِس کے بعد شعر نمبر ۵ اور ۶ میں خواجہ صاحب علیہ الرحمہ وہاں اپنی موجودگی کے زمان و مکان کی شان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حَرم مُعلّی روشن   ہے نُوری آئینہ

عَرب دی ساری دَھرتی   سہی صاف نگینہ

یعنی عالی رُتبہ حرم نبوی میں تجلیاتِ ربانی اور انوارِ نبوت و رِسالت مشاہدہ میں آئے۔ عرب کی ساری سرزمین خوب صُورت، صاف ستھری ہے۔ ساری دُنیا کی زمین میں اِس کا مقام و مرتبہ اور قدر و منزلت ایسے اَرفع و اعلیٰ ہے جیسے سونے چاندی کی انگوٹھی میں نگینہ کا ہوتا ہے۔ اگرچہ سونا چاندی خود بہت قیمتی اور لوگوں کے نزدیک محبوب و مطلوب ہوتے ہیں مگر اُن میں

جڑے ہوئے نگینہ کی قدر و منزلت اُن سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی اگرچہ سرزمین حجاز بقیہ زمین کا ایک حصہ ہی ہے لیکن اِس کی شان اُس نگینے کی طرح عظیم و رفیع ہے۔ زمین کے اِس ٹکڑے نے یہ ساری عظمت و رفعت اِس لیے پائی ہے کہ اِسے ہمارے محبوب سید الانبیاء والرسل کی سکونت کا شرف نصیب ہوا ہے۔

اس کے بعد آپ علیہ الرحمۃ مدینہ منورہ میں زمان و مکان کی نعمتیں پانے والے خوش بخت عُشاق کے بارے میں شعر نمبر ۷ تا ۹ میں اپنا ایک مشاہدہ اور کشف یوں بیان کرتے ہیں:

مِلسی جیڑھا رکھسی صِدق، ثبوت یقینہ

تھیا شیطان پسیلا مر گیا نفس کمینہ

خبر فرید سنڑیوسے مِلسوں شب آدینہ

یعنی وہ خاص اوقات جو دُنیا و آخرت کی نعمتیں تقسیم کرنے کے لیے مقرر ہیں اور وہ بابرکت مقامات جہاں وہ نعمتیں بانٹنے کے لیے دربارِ گہربار لگتا ہے، کچھ شرائط کی تکمیل کے متقاضی ہیں۔ اُن کے لائق صِرف وہ عاشق صادق ہوتا ہے جو صدق، ثبوت اور یقین کے خاص اوصاف سے متّصف ہو۔ ایسے انعام یافتہ عاشق صادق سے شیطان مایوس ہو کر ہٹ جاتا ہے اور اُس کے نفس اَمارہ کو موت آجاتی ہے۔ یہاں خواجہ صاحب نے اپنا ذاتی تجربہ بیان کیا ہے۔ اس میں دوسروں کے لیے ترغیب کا ایک پہلو پایا جاتا ہے کہ وہ بھی وہاں اِن اوصاف سے متصف ہو کر جائیں۔

آخری شعر میں آپ علیہ الرحمہ بارگاہ نبوی سے عطا ہونے والی ایک خاص نعمت اور خاص ملاقات کا ذکر کرتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر سنائی گئی ہے کہ آقا علیہ السلام سے جمعہ کی رات کو ملاقات ہو گی۔ اِس سے یہ حقیقت سمجھی جاسکتی ہے کہ سچے عاشقین اور تڑپتے مُحبین کو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی جانب سے خصوصی ملاقات کی خوشخبریاں ملتی ہیں۔ صِرف خوشخبریاں ہی نہیں بلکہ موعود ملاقاتیں بھی نصیب ہوتی ہیں۔

6. مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی نعمتیں اور برکات کے مُشاہدات:

دیوان فرید کی کافی نمبر ۱۵۵ اس وقت تخلیق ہوئی جب آپ فریضہ حج ادا کر چکے، مدینہ منورہ کی زیارات کے لیے مکمل ایک ماہ مقیم رہے اور پھر عمرہ اور طواف الوداع کے لیے مکہ مکرمہ آئے۔[18] اس دوران جو اُمور مشاہدہ میں آئے اُنہیں ذیل کی تفصیل سے سمجھا جا سکتا ہے۔

کافی کے پہلے چھ مصرعوں میں خواجہ صاحب نے سرزمین مکہ، اہل مکہ کی خوبیوں، اُن کے حُسن سلوک، وغیرہ کا تذکرہ بڑے من موہنے انداز میں کیا ہے۔ مکہ مکرمہ اور دیس عرب کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

آپ ہنتُم جیندیں مَکّے اِیہیں شہر مُبارک بَکّے

وَہ دیس عرَب دیاں چالیں خوش طرحیں خُوب خِصالیں

گیاں وِسر وطن دِیا' گالھیں کیاخویش قبیلے سَکّے

کہتے ہیں کہ الحمدللہ! جیتے جی میں بابرکت شہر مکہ مکرمہ میں آپہنچا ہوں جسے قرآن مجید میں بکّہ سے موسوم کیا گیا ہے۔[19] اہل عرب کی چال ڈھال، لوگوں کی وضع قطع اور سیرت وخصلت کتنی پسندیدہ ہے۔ یہاں کے قدسی ماحول میں آکر وطن کی تمام باتیں، خویش قبائل حتیٰ کہ عزیز واَقارب سب بھول چکے ہیں۔ دیس عرب اور بالخصوص مکہ مکرمہ کی تعریف وستائش کی اساس اُن کے وہ مشاہدات ہیں جو اُنہیں وہاں نصیب ہوئے۔ یہ مشاہدات اور تجربات اتنے دلچسپ اور رُوحانی برکات سے معمور تھے کہ وطن کی اہمیت نہ رہی۔ رشتہ داروں، عزیز واقارب، قبیلہ وخاندان والے بھی بھول گئے کیونکہ عُشاق کو جو دولت وعروج یہاں ملا وہ کسی اور جگہ نہیں ملتا۔

خواجہ صاحب حج کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر چونکہ عمرہ اور الوداعی طواف کے لیے آئے تھے اِس لیے حرم کعبہ کے قدسی ماحول میں حاصل ہونے والے مشاہدہ جمال سے لذت دوبالا ہو گئی۔ اِسی لیے فرماتے ہیں:

ہے لذّت وَادھو وَادھی ہے ہَر دَ' ڈُوڑی شادی

ہر ویلھے تانگھ زیادی کئی ہارے تے کئی تھکّے

یعنی ہر وقت بیش از بیش مزہ آرہا ہے۔ ہر دَم دُگنی مسرّت وشادمانی ہے اور ہر لحظہ تجلیاتِ نُور کا انتظار بڑھ رہا ہے۔ اس صبر آزما کیف وانتظار میں کئی ہمت ہار چکے ہیں، کئی تھک گئے ہیں۔ اس مشاہدہ کی توضیح یہ ہے کہ جو سالکین عزم مصمم، ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہیں اُن کی خوشیوں میں ہر لمحہ اضافہ ہوتا ہے۔ کچھ ایسے سالکین بھی ہوتے ہیں جو سفر سلوک میں تھک ہار جاتے ہیں اور وصال محبوب سے دور رہ جاتے ہیں۔ یہاں سبق اور نصیحت یہ ہے کہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾[20] پر عمل کیا جائے۔

خواجہ صاحب کے نزدیک مکہ مکرمہ کے پتھریلے راستے پھولوں جیسے اور گرد وغبار گلاب کی خوشبو جیسا ہے۔ یہاں کی ہوائیں روح کو جلا بخشتی ہیں۔ اِن ہواؤں کی وجہ سے موسم ایسا ہوادار ہو جاتا ہے گویا ساری رات پنکھے چلتے ہیں۔ بند نمبر ۴ میں فرماتے ہیں:

ہِن پتھر سیجھ پُھلاں دی	ہے دُھوڑی تُول گُلاں دی

شَب بادِ صبا مَن بھاندی	تا صُبح جَھلیندی پکھّے

یعنی اِس پاک سرزمین کے پتھر پھُولوں کی سیج کی مانند ہیں اور اس کا گرد وغبار بھی گلہائے گلاب کی خوشبو کا مزہ اور گدیلے کا کام دیتا ہے۔ رات کو جو حیات بخش ہوا چلتی ہے وہ صبح تک حاجیوں پر پنکھے کی طرح چلتی رہتی ہے۔ سمجھانا یہ چاہتے ہیں کہ قربِ محبوب کے متمنی مُحب کو چاہیے کہ راستے کے پتھروں اور سختیوں کو پھولوں کی سیج اور جسم پر جمنے والی گرد اور ناک میں داخل ہونے والی خاک کو پھولوں کی غُبار سمجھے۔

اس کے بعد آپ علیہ الرحمۃ حرمین کی تقدیس اور یہاں کے زائرین کی عظمت کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے بند نمبر ۶ فرماتے ہیں:

ہے مُلک مُقدّس نُوری	ہے جنت حُور قُصوری

بن عاشق پاک حَضُوری	بیا کون قدم اِتھ رَکھے

یعنی حضور سید عالم ﷺ کا مُلک مقدس، نوری اور حور وقصور سے بھری ہوئی جنت ہے۔ اِس میں سوائے پاک سرشت حضوری عشاق کے کوئی اور قدم نہیں رَکھ سکتا۔ مکہ مکرمہ میں مخلص مسلمان ہی داخِل ہو سکتے ہیں۔ اِسی لئے فرمایا: بن عاشق پاک حضوری بیا کون قدم اِتھ رکھے۔

مکہ مکرمہ کی باتیں کرتے کرتے خواجہ صاحب کو مدینہ منورہ اور محبوب ﷺ یاد آجاتے ہیں۔ اِس لیے اب روئے سُخن مدینہ اور کون ومکان کے والی کی طرف ہو گیا ہے۔ بند نمبر ۷ اور ۸ میں انوارِ رسالت کے اپنے مشاہدہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

ہَے ڈُٹھم مدینہ عالی	جِتھ کون و مَکان داوَالی

ہے دھرتی عَیبوں خالی	پیا نُورِ رِسالت چھکّے

کیوں وِسرِن یار دے دیرے   تِھیاں اَکھیاں رور ٻیرے

دَم جِیندیں کر سُوں پھیرے   ٻلڈ ہسوں آپکّے

آپ کہتے ہیں کہ میں نے جاکر مدینہ طیبہ کی زیارت کی جہاں کون ومکان کا والی محوِ استراحت ہے۔ اس بے عیب سر زمین سے ہر وقت نبوت ورِسالت کے انوار وتجلیات چار سُو پھیلتے رہتے ہیں۔ محبوب کے ٹھکانے کیسے بھول سکتے ہیں؟ اُن کے لیے تورو روکر ہماری آنکھیں گوشت کے سُرخ لوتھڑے کی مانند ہو چکی ہیں۔ زندگی رہی تو بار بار یہاں آئیں گے یا پھر وطن سے ساز وسامان اٹھا کر یہاں مستقل طور پر آباد ہو جائیں گے کیونکہ یہاں جو اِکرام اور فیضِ رِسالت سے حصہ نصیب ہوا ہے اُس نے بار بار حاضری کی تمنا پیدا کر دی ہے۔

7. کعبہ مقدسہ سے جُدائی کے مُشاہدات اور رُوحانی تجربات:

کعبہ اور حرم کعبہ سے جُدائی کے احساسات، رُوحانی مشاہدات اور تجربات دِیوان فرید کی پہلی کافی میں بڑے سبق آموز اُسلوب میں پیش کیے گئے ہیں۔ وہاں سے جُدائی کا مشاہدہ اور سَر پر آنے والے دُکھوں کے بھاری بوجھ کو خواجہ صاحب پہلے چھ مصرعوں میں بیان فرماتے ہیں:

اج سَانوّلڑے مکلایا   سِر بار ڈُکھاں دا چایا

اے قِبلہ اَقدس عالی   ہر عیب کنوں ہے خَالی

اِتھ عَبد، عُبید سَوالی   جئیں جو منگیا سو پایا

اِن اشعار کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ آج ملیح اور سانولے محبوب یعنی کعبہ سے جُدائی ہو رہی ہے۔ اِس فراق نے ہمارے سَر پر دُکھوں کا بوجھ رکھ دیا ہے۔ یہ حرم مقدس بلند مرتبہ اور ہر عیب سے خالی ہے۔ یہاں آنے والا ہر چھوٹا بڑا سوالی اِخلاص اور پوری سنجیدگی کے ساتھ جو کچھ مانگتا ہے پالیتا ہے۔ یہ مقام مبارک مرکزِ رُشد وہدایت، رُوحانی ترقی اور سکونِ قلب ونظر کا گھر ہے۔ قرآن مجید میں اِسی سلسلے میں فرمایا گیا ہے: {إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ، فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا}۔[21] ترجمہ: ”بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا اللہ کی عبادت کے لیے وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور موجبِ ہدایت تمام جہانوں کے لیے، اس میں چمکتی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ، اور جو اس میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا“[22]۔

8. عرب شریف سے جدائی اور رُوحانی تجربات:

دیوان فرید کی کافی نمبر ۲۶۹ کے موضوعات، اَسمائے اَماکن اور اُسلوبِ کلام سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کافی اُس وقت کہی گئی جب آپ سفر حج سے وطن واپسی کے لیے بحری جہاز میں تھے۔[23] حرمین شریفین کی طرف جاتے ہوئے خوشیوں اور مسرتوں میں مُسلسل اِضافہ ہوتا ہے تو واپسی پر عاشق کا سینہ ہجر و فراق کے دَرد واَلم سے پھٹ رہا ہوتا ہے۔ آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے مشاہدات، اِحساسات اور تاثرات کیا تھے؟ اس کافی کے پہلے چھ مصرعوں میں اُن کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

ہئے عَرب شریف سِدھائی   بو سندھ پنجاب دی آئی

بن عربی اَکھیاں رونوِن   روہار ہنجوں دے پووِن

کر نیرے مُکھڑا دھونوِن   دِل دَردیں چوٹ چکھائی

سخت حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اَفسوس عرب شریف کی پاک دھرتی سے رخصت اور اُس کے رُوح پرور مناظر سے محروم ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اب اپنے وطن سندھ پنجاب واپس جانے کا تقاضا شروع ہو گیا ہے۔ اپنے عربی محبوب ﷺ کے ہجر و فراق کی وجہ سے ہماری آنکھیں رو رو کر آنسوؤں کے ہار پرو رہی ہیں۔ آنکھوں سے مسلسل بہنے والے آنسو ہمارے منہ کو دھو رہے ہیں۔ اس مفارقت کی جو شدید چوٹیں ہمارے دِل پر لگ رہی ہیں ہمیں پہلے اُن کا تجربہ نہیں تھا۔ دَرد کی اِس نئی قسم نے ہمیں پہلی بار عجیب و غریب ذائقہ چکھایا ہے۔

محبوب ﷺ سے لمحہ بہ لمحہ اور منزل بہ منزل دُور ہوتے ہوئے خواجہ صاحب جیسا عاشق صادق ہر معروف مقام کا نام لے کر ہجر و فراق اور نئے درد دِل کے مشاہدات بیان کرتا ہے۔ بوقتِ آمد عدن، جدہ، اور حدّہ شادمانیوں کے سنگ میل اور فرحت و سُرور میں اِضافہ کر رہے تھے لیکن واپسی پر یہی مقامات حسرت و اَلم میں اضافہ کر رہے ہیں۔ بند نمبر ۳ میں خواجہ صاحب کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

اَئی پہلی مَنزل حدّے   ہئی شہر مبارک جدّے

کلھ بَحر دی شَدّے مَدّے   ج عدن ویندے مکلائی

اُنیسویں صدی کے آخیر میں اور ہوائی جہاز کے سفر سے پہلے وسائل نقل و حمل اور رَسل و رَسائل کی جو نوعیت تھی اس کی وجہ سے مکہ مکرمہ سے واپسی پر پہلی منزل جدّہ تھی۔ دوسری جدہ جو ہر حاجی کو آتے وقت خوش آمدید اور جاتے وقت خدا حافظ کہتا ہے۔ جدہ کے بعد حجاج کے سمندری جہاز کو سمندر کی لہروں اور مد و جزر میں داخل ہونا پڑتا تھا اور پھر جزیرۃ العرب کے آخری مقام عدن سے بھی جدائی کے داغ ملتے تھے۔

عام تجربہ یہ ہے کہ حج و عمرہ سے واپسی پر زائرین کی آنکھوں کے سامنے اُن مقامات کی ایک فلم سی چلتی رہتی ہے جہاں مناسکِ حج و عمرہ ادا کیے، عنایات ربانی اور التفاتِ مصطفیٰ کریم ﷺ سے مستفیض ہوئے اور خطاؤں کی معافی مانگی تھی۔ جب خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ جیسے عشق و محبت کے اَسیر کا رُخ اب اپنے وطن کی طرف ہؤا تو آپ نے اپنے مشاہداتِ جمال اور کشف کو کس طرح بیان کیا؟ بند نمبر ۴ ملاحظہ ہو:

کر سَعی طواف، زیارت لَہہ لُطفوں عَفو اِشارت

گِھن عِشقوں ذَوق بِشارت وَل وطنیر گپ وَلائی

انہوں نے حرم کعبہ میں داخل ہو کر سعی و طواف سے فیضان حاصل کیا۔ بیت اللہ کی زِیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ مولا کریم کے خصوصی فضل و کرم سے مغفرت اور عفو و عنایت کا اشارہ بھی پالیا۔ اسی سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سُنا: «مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ» [24] یعنی جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور عورتوں سے مباشرت کی باتیں نہ کیں اور نہ گناہ کیا وہ اس دن کی حالت میں لَوٹا جس دن اُس کی ماں نے اُسے جنم دیا تھا۔ عشق و محبت سے ذوق و وجدان کی بے شمار بشارتیں بھی لے کر وطن واپس تو آ گئے لیکن اَب قلبِ حزین اور دِل مضطر کے اَحوال و کیفیات کیا ہیں؟

حرمین شریفین سے جدائی کا درد بھی بڑا عجیب ہوتا ہے۔ یہ پیار اور سکون سے نہیں رہنے دیتا۔ یہ جوانی ہی میں تواضع اور عجز و انکساری کے اوصاف پیدا کر دیتا ہے۔ اس سلسلے میں خواجہ صاحب اپنے مشاہدۂ جلال اور اس کے اثرات بند نمبر ۵ اور ۶ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

کیوں گانے گاہنے پانواں کیوں سُرخیاں میندیاں لانواں

کیوں کجلہ دھار بنانواں ہائے! تھیُم نصیب جُدائی

گَل سِیر ھے، ہَار کُمھلے　　　　کُل ناز نِواز وِ ٹھے

گئے جوش، جوانی، ٹلے　　　　گئی دھج وج فخر ڈِ ائی

خواجہ صاحب کے اِس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمِ کعبہ اور حرمِ نبوی سے مفارقت کے اَثرات اتنے شدید ہوتے ہیں کہ بناؤ سنگار کی کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ جس طرح اَپنے محبوب سے جُدا نئی نویلی مُخلص دُلہن کو عروسی گہنے اور زیورات پہننے کی طرف کوئی رغبت نہیں ہوتی؛ اُسے سُرخی، مہندی اور کجلے کے استعمال میں کوئی سکون و قرار نہیں ملتا؛ خوشی و مسرت کا سَبب بننے والے اَعمال پہلے والا اَثر نہیں رکھتے، اُسی طرح حرمین شریفین کے حاجی اور مُعتَمِر کو واپسی پر اُداسیوں، ہجر و فراق اور حُزن و ملال کا ہجوم گھیر لیتا ہے اور ہر قسم کے سہروں اور ہاروں کی کشش ختم کر دیتا ہے۔ لوگوں کو دِکھانے کے لیے چاہے وہ خوشی و شادمانی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ناز وَانداز کے سارے سامان اس کے سامنے اپنی اَہمیت و وقعت اور جاذبیت و دِلکشی کھو بیٹھتے ہیں۔ اُس کے جوبن کی سَج دَھج، شیخیاں شوخیاں اور فخر ومباہات بھی مفقود ہو جاتے ہیں۔

رُوحانی مُشاہدات کی اِسی صورت حال میں اپنے دَرد ہجر اور غمِ فراق کا قصّہ کسے سُنایا جائے؟ کلام کے اِسی تسلسل میں خواجہ صاحب اپنے سانول محبوب کو مخاطب کر کے اپنی بے قراری کا اظہار کرتے ہیں۔ بند نمبرے میں اُن کا مُشاہدۂ جلال ملاحظہ ہو:

تَئیں باجھوں سانول گھر وِچ　　　　ہاں بے شک سخت سَفر وِچ

تَھل مارو بُجھڑے بَر وِچ　　　　ہِم سختی روز سَوائی

یعنی اے سانولے محبوب! تیرے بغیر تو مجھے گھر میں بھی سفر جیسی کیفیات در پیش ہیں۔ بلا شک وشُبہ میں روحانی معاملات میں صبر آزما سفر سے دوچار ہوں۔ گھر ایسا ویران اور سُنسان نظر آتا ہے جیسے میں خُونی صحرا میں پریشان و سرگردان ہوں۔ یہاں سانول سے مُراد حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ عاشق رسول اور مشتاق محبوب آپ کی بارگاہ میں عرض تمنا کر سکتا ہے اور بیت اللہ کے سیاہ رنگ کی مناسبت سے سانول سے مُراد کعبہ مقدسہ بھی ہو سکتا ہے۔

اس کافی کے آخری بند میں اپنے مشاہداتِ جلال اور حرمین شریفین کی جدائی میں اپنے باطنی اِحساسات کو خواجہ صاحب درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

کئی آس فریدنہ پُنڑی　　　　جی جَلیا، دِلڑی بُھنڑی

سِر سوز فِراق دی چُنڑی گل درد دُوں چولی پائی

اِس آخری بند کا لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ اے فرید! کوئی آرزو پُوری نہ ہوئی۔ جی جل گیا اور دل کباب کی طرح بُھن رہا ہے۔ سوز و فراق کی اوڑھنی سر پر اور دُکھ درد کی چولی گلے میں ہے مگر اس کا پہلا مصرعہ قاری کے ذہن میں ایک سوال کو جنم دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے یہ کیوں کہا ہے کہ ''کئی آس فرید نہ پُنڑی''؟ حالانکہ ربِّ کائنات کی توفیق اور رحمۃ للعالمین ﷺ کے اِذن سے اُنہیں سفرِ حج میں آسانی، مکہ مکرمہ میں حج کے لیے بروقت پہنچنا، مدینہ منورہ کے سفر میں سہولتیں، واپسی پر عمرہ کی سعادت، پھر خیر و سلامتی سے وطن واپس پہنچنے کے وسائل میسر رہے۔ شہرِ محبوب میں گونا گوں عنایاتِ نبوی بھی نصیب ہوئیں۔ حجازِ مقدس اور حرمین شریفین کے زائر کی حیثیت سے اُن کی یہ ساری تمنائیں پوری ہوئیں۔ پھر بھی فرماتے ہیں کہ میری کوئی آس، کوئی آرزو پوری نہیں ہوئی! وجہ کیا ہے؟

اِس بند میں بیان کیے گئے اِحساس اور پہلے مصرعے سے پیدا ہونے والے سوال کی ایک وضاحت یہ ہے کہ محبوبِ دوجہاں ﷺ اور کعبہ جیسے محبوب وانتہائی بابرکت مقام کی جدائی ایک عاشق صادق کے جی جان میں دُکھوں اور غموں کا سمندر تلاطم خیز ہیجان برپا کر دیتا ہے۔ یہ کیفیت تو اُس کے باطن میں ہوتی ہے۔ اس کے ظاہر میں کیا اَحوال ہوتے ہیں؟ اس کے بارے میں خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ مشتاقانِ محبوب کے سروں پر فراقِ محبوب میں جلا دینے والی اوڑھنی ہوتی ہے؛ اُن کا سَر جل بُھن رہا ہوتا ہے؛ اور اضطراب کا عذاب اور تنہائی کا دَرد اُن کے گلے اور ظاہری بدن پر پہناوا بن جاتے ہیں۔ جب مشتاقِ قربِ حبیب اور تشنۂ دیدارِ محبوب کو یہ صورتِ حال درپیش ہوتی ہے تو اُسے ایسا لگتا ہے کہ اس کا کوئی اَرمان پورا نہیں ہوا۔ غالباً اِس احساس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ربِ کائنات کی طرف سے ہر لحہ اور ہر آن ملنے والی اَن گنت عنایات اور محبوب دوعالم ﷺ کی اَنمول عطائیں جہاں عاشق زار کی اِحتیاجات کو پورا اور اُس کی تشنگی کو سیراب کرتی رہتی ہیں وہاں اُس کے دامن طلب کو وُسعت اور شعورِ حاجات کو بھی مسلسل گہرائی و گیرائی عطا کرتی رہتی ہیں۔ مسلسل عنایات کی بنا پر اُس کے مقامات میں ترقی واقع ہوتی ہے تو اُس کے احوال بدلتے ہیں۔ اُس کے نئے مقام اور احوال کے تقاضے اس دل میں اللھم زد فزد کی خواہش برقرار رکھتے ہیں۔[25]

خاتمۂ بحث:

اس مقالے کے شروع میں موضوع کے جو بنیادی سوالات اُٹھائے گئے تھے بحث کے مندرجہ بالا حصہ میں ان کے جوابات اپنی پوری تفصیل اور دلائل کے ساتھ گزر چکے ہیں۔ یہاں ان سوالات کے جوابات کا خلاصہ درج ذیل نکات کی شکل میں پیش ہے۔

1. سفر عشق رسول ﷺ میں مختلف الاقسام مشکلات اور صعوبات ہیں۔اِس عشق کا راستہ حوصلہ شکن اَسباب سے بھر پور ہے۔اس میں کامیابی کے لیے بہت بڑی استقامت، مستقل مزاجی، صبر و تحمل اور ثابت قدمی درکار ہے۔ تلوّن مزاجی اور متذبذب رَوِیّہ کامیابی کے راستے میں سب سے بڑی رُکاوٹ ہوتے ہیں۔
2. کعبہ اور حرم کعبہ کا ظاہری اور باطنی حُسن وجمال اور اُس کی معطر، مُعنبر اور مطہر فضائیں زائر حرم کو پائیدار اور کئی لحاظ سے اعلیٰ و ارفع رُوحانی عنایات و اِنعامات عطا کرتی ہیں۔ قلب و نظر اور جان و جگر کی رُوحانی طاقتوں اور وجدانی صلاحیتوں میں جو اضافہ، برکت اور استحکام حرمین شریفین میں نصیب ہوتا ہے وہ کسی اور جگہ ممکن نہیں۔
3. مدینے پاک کا راستہ، وادیاں اور سرزمین عرب منفرد و ممتاز خصائص اور فوائد کی حامل ہیں۔ مدینہ منورہ کی وادیاں، ہُو بہُو بہشت کا رَنگ ڈھنگ پیش کرتی ہیں۔ یہاں ہر لحہ خوش حالی اور آرام سُکھ میں اضافہ ہوتا ہے۔
4. حرمین شریفین میں مشتاقان مصطفیٰ کے قلوب کی کیفیات بہت عجیب ہوتی ہیں۔ حج و عمرہ کے ماحول اور موسم میں اصحاب عرفان و معرفت ہر شئے سے نصیحت حاصل کرتے ہیں کیونکہ اِن تمام کا وجود کائنات کے نظام میں اپنا کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔ یہ سب خالق کائنات کی ربوبیت اور کمال قدرت کا خاموش بیان ہیں۔ اِن میں تفکر و تدبر کرنا عارفین کی معرفت میں اضافہ کرتا ہے۔
5. حرم نبوی میں بعض اوقات اور بعض اماکن بہت سنہری اور انتہائی قیمتی ہیں۔ یہ برکتوں اور سعادتوں سے معمور ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ حرم نبوی میں عشاق مصطفیٰ بعض اوقات تجلیاتِ ربانی اور انوارِ نبوت ورِسالت کا کھلم کھلا مشاہدہ کرتے ہیں۔
6. حرمین کی پاک دھرتی کے پتھر پھُولوں کی سیج کی مانند ہیں اور یہاں کا گردو غبار بھی گلہائے گلاب کی خوشبو کا مزہ اور گدیلے کا کام دیتا ہے۔رات کو جو ہوائیں چلتی ہے وہ انتہائی دلفزا ہوتی ہیں اور صبح تک حاجیوں پر معرفت و عرفان کے پنکھے بن کر چلتی رہتی ہیں۔
7. کعبہ قبلہ ہر عیب سے خالی ہے۔ یہ حرم مقدس اور بلند مرتبہ ہے ۔ یہاں آنے والا ہر چھوٹا بڑا بندہ سوالی ہوتا ہے۔یہاں جس نے منگتا بن کر اِخلاص اور پوری سنجیدگی کے ساتھ جو کچھ مانگا، وہ اُسے مل جاتا ہے۔

قارئین کے لیے اَسباق برائے فکر و عمل:

1. آپ ﷺ جب اپنے مشتاقوں کو یاد کرتے اور اُنہیں حاضری کی اجازت عطا فرماتے ہیں تو اُنہیں چاہیے کہ وہ حسبِ استطاعت بن سنور کر حاضر ہوں۔ قلب و نظر کی ظاہری و باطنی طہارت اور پاکیزہ سوچ فکر سے حاضر ہونا آدابِ

بار گاہ نبوی میں سے ہے۔ اَخلاق رذیلہ کو چھوڑنا اور اَخلاقِ حمیدہ سے مزیّن ہونا اُس عظمت و رِفعت والی بار گاہ کے مطلوبہ آداب میں سے ہے۔

2. عُشاق مصطفیٰ ﷺ اپنا سب کچھ آپ پر بار بار قربان کرنے کے لیے تیار رہا کریں۔ حتّٰی کہ وقت آنے پر اپنا سر اور جان بھی آپ پر نچھاور کرنے سے گریز نہ کیا کریں کیونکہ یہ آپ پر ایمان کا تقاضا ہے۔

3. سر زمین عرب کی وادیوں، منازل، وضع قطع، پانیوں، گرد و غبار، پودوں، پھولوں وغیرہ کا احترام اور تعریف و ستائش کرنی چاہیے۔

4. حرم نبوی میں خاص انعامات اُن نیک بختوں کو ملتے ہیں جو صدق، ثبات اور یقین کے اوصاف سے مُزین ہوں۔ ایسے انعام یافتہ عاشق صادق سے شیطان مایوس ہو کر ہٹ جاتا ہے اور اُس کے نفس اَمارہ کو موت آ جاتی ہے۔ لہٰذا تمام زائرین حرمین شریفین کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کر کے وہاں حاضری کے لیے جائیں۔

حواشی اور حوالہ جات:

1 ملاحظہ ہو: دریابادی، مولانا عبد الماجد، سفر حجاز، (ترتیب: حکیم عبد القوی)، ادارۂ انشائے ماجدی، کلکتہ، ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء؛ حافظ لدھیانوی، جمال حرمین، جنگ پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۹ء؛ اصلاحی، امین احسن، مشاہداتِ حرم: سفر حج کے مشاہدات، تجربات اور تاثرات، دار التذکیر، لاہور، ۲۰۰۰ء۔

2 ملاحظہ ہو: فرحت حجازی، بیگم، کرم کے موتی: سفر حج وزیارت روضۂ رسول ﷺ، تعبیر پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء؛ قرۃ العین طاہرہ، ڈاکٹر، سرحدِ ادراک سے آگے: تاثراتِ عمرہ، رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راول پنڈی، ۲۰۱۰ء۔

3 ملاحظہ ہو: ڈاکٹر الحاج محمد شجاع ناموس، سفر نامہ حج و حرمین، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ۱۹۷۳ء؛ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، رُودادِ سفر حجاز، فیروز سنز، لاہور، سن ندارد (۱۹۷۹؟)؛ ڈاکٹر منظور ممتاز، حرمین کے دلکش و دل گداز تذکرے، گورا پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۷ء اور ڈاکٹر محمود الحسن عارف، تابناک حرم: سفر نامہ حرمین شریفین، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۱۹۹۷ء۔

4 ملاحظہ ہو: عرفان صدیقی، مکہ مدینہ: حج و عمرہ کے روح پرور تاثرات، جہانگیر بکس، لاہور، ۲۰۱۰ء۔ یہ کتاب عرفان صدیقی کے ان کالموں کا مجموعہ ہے جو اُن کے متعدد حج و عمروں کے دوران میں نوائے وقت اور جنگ اخبارات میں "نقش خیال" عنوان کے تحت شائع ہوتے رہے۔

5 دیکھیے: محمد عبید اللہ بن خواجہ محمد معصوم سرہندی، حسنات الحرمین، (اردو ترجم: محمد اقبال مجددی)، مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی، ڈیرہ اسماعیل خان، ۱۹۸۱ء؛ شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین، (مترجم: پروفیسر محمد سرور)، دار الاشاعت، کراچی، ۱۴۱۴ھ؛ مناظر احسن گیلانی، سید، دربارِ نبوت کی حاضری، الفرقان بک ڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ، ۲۰۰۸ء؛ اور مہر علی شاہ، پیر سید، مراۃ العرفان، گولڑہ شریف، اسلام آباد، ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء۔

6 دیکھیے: عبد الرشید نسیم (طالوت)، مقدمہ دیوان فرید "خواجہ صاحب کا تبحرِ علمی"، ص ۲۳۔۳۸ اور ۵۶۔۶۰، منشورہ: عزیز الرحمن، علامہ، دبیر الملک، دیوانِ فرید (مترجم و مشرّح)، مکتبہ عزیزیہ عزیز المطابع، مچھلی بازار، بہاول پور، ۱۹۴۴ء؛ نور احمد فریدی، مولانا، خواجہ فرید: حالات زندگی کشف و کرامات، (ملتان: جھوک پبلشرز، ط۹، ۲۰۱۳ء)، ص ۱۵۔۱۶، ۱۸۔۲۱، ۹۸۔۱۰۵؛ طاہر محمود کوریجہ، خواجہ، خواجہ فرید اور اُن کا خاندان، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۰۶ء)، ص ۲۷۵۔۲۹۹؛ اور محمد شکیل اوج، پروفیسر ڈاکٹر، خواجہ غلام فرید کے مذہبی افکار، (کراچی: مجلس التفسیر، اسٹاف ٹاؤن، ۲۰۱۳ء)، "کلمات آغاز"، ص ۲۹۔۳۵۔

7 دیکھیے: عبد القادر جیلانی، سید الشیخ، فتوح الغیب، (مترجم: سید محمد فاروق القادری)، (لاہور: تصوف فاؤنڈیشن، ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء)، ص ۳۰۔

8 حضرت الشیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مفہوم پیش کرنے کے لیے سید محمد فاروق القادری کے فتوح الغیب کے اُردو ترجمہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

9 ملاحظہ ہو: مولانا نور احمد فریدی، خواجہ فرید: حالات زندگی، کشف و کرامات، (ملتان: جھوک پبلشرز، ط۹، ۲۰۱۳ء)، ص ۲۵۔۲۶؛ محمد اسلم میتلا، تذکار فرید: فن، پیغام اور شخصیت، (ملتان: جھوک پبلشرز، ۲۰۰۲ء)، "سفر نامہ ہائے حج خواجہ غلام فرید"، ص ۶۲۔۶۸؛ مجاہد جتوئی، اطوار فرید،

(ملتان: جھوک پبلشرز، ۲۰۰۳ء)، "خواجہ فرید کا غیر مطبوعہ سفر نامہ حج"، ص ۸۲۔۱۰۶ اور " خواجہ فرید کا سفرِ حج تاریخوں کے آئینے میں"، ص ۱۴۰۔۱۴۲؛ مولوی محمد عمر، لمعاتِ فریدی (اردو ترجمہ: آپہنتم جینديں مکے، مترجم: مجاہد جتوئی)، سرائیکی ادبی مجلس، بہاول پور، ۲۰۰۳ء؛ اور محمد سعید احمد شیخ، مرشد من، (ملتان: جھوک پبلشرز، ۲۰۱۱ء)، "خواجہ فرید کا سفرِ حج"، ص ۲۷۱۔۳۰۲. اِن کے علاوہ طاہر محمود کوریجہ نے اپنی کتاب "خواجہ فرید اور اُن کا خاندان، ص ۳۱۴۔۳۲۰" میں بھی خواجہ صاحب کے سفرِ حج کا مختصر تذکرہ کیا ہے لیکن اِن سب میں حج کے سنِ ہجری اور عیسوی میں فرق ہے۔ مجاہد جتوئی نے جو "دیوان فرید بالتحقیق، مطبوعہ ۲۰۱۴ء" شائع کیا ہے اُس میں اُنہوں نے حج کا سال ۱۲۹۲ کی بجائے ۱۲۹۶ ہجری اور ۱۸۷۵ کی بجائے ۱۸۷۹ء دُرست قرار دیا ہے۔ اس پر کلام زیرِ نظر مقالے کی بحث سے خارج ہے۔

10 دیکھیے: مجاہد جتوئی، دِیوان فرید بالتحقیق، (خان پور، رحیم یار خان: سرکار راز تاج لائبریری، فیض آباد، ۲۰۱۴ء)، ص ۷۷، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۴۴، ۴۴۲، ۲۴۶، ۴۲۳، ۴۴۴، ۴۲۲، ۴۲۷، ۳۳، اور ۷۱۸.

11 دیکھیے: مجاہد جتوئی، دِیوان فرید بالتحقیق، حوالہ مذکور، ص ۲۴۴.

12 سورۃ الضحیٰ: ۴.

13 دار قطنی، السنن، ۲۴۴، رقم: ۲۶۶۷ بحوالہ: محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، حج اور عمرہ: فضائل و مسائل، (مرتبہ: مسز فریدہ سجاد)، (لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ط ۱، ۲۰۱۱ء)، ص ۲۹۶.

14 امام ابو بکر بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، شعب الإیمان، (تحقیق: ڈاکٹر عبد العلی)، (بمبئی: مکتبہ الرشد، ط ۱، ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۳ء)، ج ۶، ص ۴۸، حدیث نمبر ۳۸۵۷.

15 منظور ممتاز، ڈاکٹر، حرمین کے دلکش و دل گداز تذکرے، (لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۷ء)، ص ۳۱۔۳۲.

16 سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۲۹. آیت کے ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہے: اللہ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے زمین کی سب چیزوں کو۔ دیکھیے: احمد سعید کاظمی، علامہ سید، البیان، حوالہ مذکور۔

17 مجاہد جتوئی، دیوان فرید بالتحقیق، حوالہ مذکور، ص ۴۴۴.

18 ایضاً، ص ۴۲۷.

19 دیکھیے: سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۹۶.

20 سورۃ الأحقاف: ۱۳.

21 سورۃ آل عمران، آیات نمبر ۹۶، ۹۷.

22 احمد سعید کاظمی، علامہ سید، البیان، حوالہ مذکور۔

23 مجاہد جتوئی، دیوان فرید بالتحقیق، حوالہ مذکور، ص ۷۱۸.

24 صحیح البخاري، (تحقیق: محمد زہیر)، دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ، ج ۲، ص ۱۳۳.

25 اللہ کریم اور حضور نبی کریم ﷺ کے عشاقان کے مقامات واحوال کے لیے کئی کتابوں میں کلام پایا جاتا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو: نسیم، الف د، ڈاکٹر، حضرت مجدد الف ثانی کے مقاماتِ رُوحانی کی چند جھلکیاں، مشمولہ: جہان امام ربانی، (کراچی: امام ربانی فاؤنڈیشن، ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۵ء)، ج ۳، ص ۱۵۳۔۱۷۵؛ امام ابو بکر بن ابو اسحاق بخاری کلاباذی، تعرف، (مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن)، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء؛ شیخ ابو نصر سراج طوسی، کتاب اللمع فی التصوف، (مترجم: سید اسرار بخاری)، (لاہور: تصوف فاؤنڈیشن، ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء)، ص ۷۸۔۱۱۸.